ایمان بالغیب قربانیاں دینے کی راہوں کو آسان کرتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹؍جون ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گرمی بہت پڑ رہی ہے جس کی وجہ سے مجھے کافی تکلیف رہتی ہے۔ ایک تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تکلیف کو دور کرنے کے سامان پیدا کردے اور دوسرے ہم اجتماعی دعا بھی دوسری رکعت کے پہلے سجدہ میں (سب مل کر) کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش برسائے اور اس گرمی کی شدت کو بھی دور کرے اور اپنے فضلوں کے سامان ہر طرح ہم سب کے لئے پیدا کرے۔

علم اور ایمان میں بنیادی فرق ہے۔ علم اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھل جائے یا ایک وافر حصہ اس کا کھل جائے مثلاً یہ علم ہے کہ اس وقت دن ہے رات نہیں ہے۔ یہ ایک واضح چیز ہے جو علوم ہر آدمی کیلئے اتنے واضح نہیں مثلاً طبعی کے اصول ہیں، فزکس کے یا علم کیمیا کے اصول ہیں۔ ان علوم کے علماء ان اصول کا اس وقت علم رکھتے ہیں جب وہ اصول ان پر واضح ہو جائیں اور کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ اس سے ورے ورے تحقیق کا مسئلہ ہے یعنی کوشش کر کے اور دعائیں کر کے Conciously یا Unconiously یعنی شعور میں بھی ہو کہ ہم دعا کر رہے ہیں اور ہمیں کرنی چاہئے اور تحت الشعور بھی بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس وقت ایک سائنسدان کسی مرحلہ پر اپنی بے بسی کا احساس

کرتا ہے تو اس وقت وہ کسی غیر مرئی چیز کا سہارا لیتا ہے۔ اس وقت اس کے سامنے اندھیرا ہوتا ہے۔ ایک عارف عارفانہ دعا کرتا ہے اور ایک جاہل جاہلانہ دعا کرتا ہے۔ علم کی بھی مختلف حیثیتیں ہیں۔ ہر انسان کے سامنے ہزاروں باتیں آتی ہیں اور وہ ان کا علم رکھتا ہے مثلاً میں نے ایک مثال دی کہ ہم سب اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ اس وقت دن ہے رات نہیں اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آج جمعہ ہے پیر نہیں ہم اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ مسجد کے ہال میں اکثر احمدی بیٹھے ہیں (ممکن ہے ہمارے دوسرے دوستوں یعنی غیر احمدیوں میں سے بھی کوئی دوست ہوں) عورتیں نہیں۔ بے شمار اس قسم کی واضح باتیں ہیں جو ہمارے علم میں آتی ہیں۔ وہ ہے علم عام انسانوں کا یا ایک سائنس دان کا علم ہے۔ جس وقت کسی اصول اور قاعدے کو وہ واضح طور پر عیاں سمجھے وہ اس کا علم ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس قسم کے علوم میں آج ایک سائنسدان کا جو علم ہے کل اس کو اس کا انکار کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ ان معاملات میں بسا اوقات وافر حصہ کھل جانے پر یقین کر لیتا ہے لیکن ابھی اسکی حقیقت ہر طرح سے کھلی نہیں ہوتی۔ پس جس وقت کوئی چیز وافر حصہ کھل جانے کی وجہ سے ''معلوم'' ہوتی ہے تو وہ اس عالم کا علم بن جاتا ہے لیکن چند سال کے بعد مزید تحقیق کے نتیجہ میں وہ بات واضح نہیں رہتی اور شبہ پڑ جاتا ہے پھر وہ بات ''علم'' سے باہر نکل جاتی ہے۔ اسکے برعکس حقیقی علم وہ ہے جو ظاہر اور عیاں ہو۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہ ہو وہ علم ہے۔ مثلاً خود اپنی ذات کا علم ہر ایک کو کہ میں ہوں یہ احساس کہ مَیں ہوں۔ مَیں بھی ایک انسانی فرد ہوں۔ یہ اس کا علم ہے۔ یہ بڑی واضح چیز ہے۔

ایمان کے مفہوم میں بنیادی طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ کچھ پہلو غیب میں ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں اسی واسطے قرآن پاک کے شروع میں ہی يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کہا گیا ہے۔ پس غیب کی باتوں کو مان لینا یہ ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ اسکے بغیر ایمان ایمان ہے ہی نہیں۔ مثلاً اس علم پر کہ آج جمعہ ہے اور اس وقت دن کا ایک حصہ ہے کوئی ثواب نہیں کیونکہ یہ بات اتنی ظاہر ہے کہ نہ صرف انسان بلکہ چمگادڑ کو بھی پتہ ہے اسی لئے جب دن غائب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے کمین گاہوں سے باہر نکل آتی ہے۔ پس دن کے وقت اس کا چھپ جانا اور رات کو باہر نکل آنا یہ بتاتا ہے کہ دن اور رات اتنی واضح چیز ہے کہ انسان کے علاوہ بہت سی دوسری

مخلوقات کو بھی پتہ ہے۔ سارے جاندار حیوانات کو پتہ ہے۔ پھر درختوں کو پتہ ہے کیونکہ ان کا دن اور رات کا ردِّعمل مختلف ہے۔ انکا رِدّعمل دن کے وقت اور ہے اور رات کے وقت اور ہے مثلاً دن کے وقت درخت آکسیجن باہر نکالتے ہیں اور رات کے وقت کھا رہے ہوتے ہیں تو دن اور رات کے ردعمل میں فرق ہے کہ جس قسم کی بھی حس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں دی گئی ہے وہ اس میں تمیز کر رہی ہے لیکن سب مخلوقات میں سے صرف انسان کو ثواب ملتا ہے ثواب علم پر نہیں ملتا ایمان پر ملتا ہے اور ایمان کا لازمی حصہ غیب پر ایمان لانا ہے۔

غیب پر ایمان عقلاً آگے دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ایک وہ غیب ہے جس کے حق میں قرائن مرجّحہ نہیں ہیں۔ قرائن قویہ نہیں ہیں اور جس غیب کا میلان یقین کی نسبت شک کی طرف زیادہ ہے۔ اسلام نے ہمیں اس غیب پر ایمان لانے کیلئے نہیں کہا جیسا کہ قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے یہ بات عیاں ہے۔ ایک غیب وہ ہے جس کا میلان شک کی نسبت یقین کی طرف زیادہ ہے۔ پس قرائن قویہ مرجّحہ جہاں پائے جائیں ایک مومن اس پر ایمان لاتا ہے۔ مثلاً ایمان باللہ ہے۔ اس ایمان کا ایک پہلو علم کی طرح عیاں ہے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا تعلق ہے اس کا ایک پہلو عیاں بھی ہے لیکن جو تصور اسلام نے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہے اس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی وسعتوں کے مقابلہ میں یہ عیاں پہلو اتنا بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ اٹھالیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی صفات کے جلووں کی حد بندی نہیں کی جاسکتی وہ ذات غیر محدود ہے اور کسی محدود کی غیر محدود کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ایک حصہ تو ہمارے سامنے آ گیا لیکن بڑا حصہ ہم سے پوشیدہ ہے۔ اس پر ہم ایمان بالغیب لاتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے ان جلووں پر جو ہنوز پردۂ غیب میں ہیں پھر ایمان بالغیب کا تعلق ملائکہ اور حشر ونشر سے ہے۔ وہ ایمان بالغیب کی ایک اور لائن ہے ایمان بالغیب کے کچھ اور پہلو بھی ہیں جنہیں میں مثال کے طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ (۱) ایمان بالغیب کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کی شخصیت اور وجود پر ایمان لانے سے بھی ہے اس پاک ومطہر وجود کا ایک حصہ ایک دَور کے انسان پر ظاہر ہوتا اور ایک بڑا حصہ ہر دَور کے انسان

کی نظر سے غائب رہتا ہے مثلاً ایک پہلو جو ہم آپ کی ذات کا لیں وہ محسن ہونے کا ہے ہر صدی کے حالات واحوال کے اختلافات کی وجہ سے اس احسانِ عظیم کی بعض پوشیدہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی صدی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس ایمان پر قائم ہونا کہ قیامت تک کے لئے آپ ایک عظیم محسن کی حیثیت رکھتے ہیں آپ پر ایمان لانے کا ایک پہلو ہے پہلی صدی میں اس احسان عظیم کے کچھ جلوے ظاہر ہوئے لیکن وہ جلوے تو ظاہر نہیں ہوئے جن کے نتیجہ میں ہم یہ کہہ سکیں کہ آپ قیامت تک کیلئے دنیا کے محسنِ اعظم ہیں پہلی صدی کے بعد قیامت تک آپ کے احسان کے جو پہلو انسان کے سامنے آنے تھے پہلی صدی کے لئے وہ جلوے پردۂ غیب میں تو تھے لیکن ان پر ایمان لانا ضروری تھا ورنہ ایمان بالرسول نہ ہوتا لیکن صرف یہ فقرہ کہ ''ہمارے محسن ہیں'' حقیقی ایمان نہیں حقیقی ایمان یہ ہے کہ ہمارے بھی محسن ہیں اور قیامت تک بنی نوع انسان کے بھی محسن ہیں اور یہ ایمان بالغیب ہے جس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے مثلاً آج کی دنیا انقلابات کی دنیا ہے ایسے انقلابات بھی آئے کہ جن کا ایک حصہ غلبۂ اسلام کی مہم میں ممد ثابت ہوا اور ہو رہا ہے لیکن ایک حصہ ایسا تھا جو نوعِ انسانی کے ایک بڑے حصہ کو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دور لے جانے والا تھا۔ یہ جو مسائل آج کی دنیا کے لئے پیدا ہوئے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمارے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم بھی دی اور ان حالات میں اپنا ایک اسوہ بھی ہمارے سامنے پیش کیا۔ یہ باتیں پہلی صدیوں کے انسانوں کے لئے غیب کا حکم رکھتی ہیں اور آج کے بعد قیامت تک جو مسائل نوعِ انسانی کے لئے پیدا ہوں گے ان کے حل کے لئے قرآنی تعلیم کے وہ پہلو جن کا ان مسائل کے ساتھ تعلق ہے اور آپ کے اسوہ کے وہ جلوے جن کا اس زمانہ کے انسان کے ساتھ تعلق ہے آج ہمارے لئے ''غیب'' ہیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کیلئے نوعِ انسانی کا محسن سمجھ کر ایمان لانا اس ایمان میں غیب کا ایک بڑا حصہ ہے اور قرائنِ قویہ مرجّحہ کی وجہ سے ہم ایمان لاتے ہیں مثلاً پہلی صدی کے انسان نے کہا کہ میرے اوپر احسان کیا اور یہ کہنے کے بعد احسان کیا کہ میں تمہارے لئے محسنِ اعظم ہوں آپ نے جو کہا وہ ہماری زندگیوں میں پورا ہوا۔ جو آئندہ کے

متعلق کہا گیا ہے وہ پورا ہوگا۔ اسی طرح اور بیسیوں پہلو پیش کئے جاسکتے ہیں جو قرآئن کا حکم رکھتے ہیں جن کے نتیجہ میں ترجیح اس بات کو دی گئی کہ ہم یقین کی طرف مائل ہوجائیں اور ایمان لے آئیں۔

قرآن کریم نے اسی تسلسل میں یہ دعویٰ کیا کہ میں اب ہمیشہ کے لئے نوعِ انسانی کے ہر قسم کے مسائل کو حل کروں گا اوران کی روحانی ضروریات کو اوران کی دنیاوی ضروریات کے بنیادی مسائل کو حل کروں گا اور قرآنِ کریم نے ایک بڑا قوی قرینہ جو قائم کیا وہ یہ ہے کہ قرآن کو ہمیشہ مطہّر بندے سمجھ سکیں گے۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة: ۸۰) میں جہاں اس بات کا ذکر ہے کہ مطہرین پر نئے سے نئے اسرار قرآنی کھولے جاتے ہیں وہاں یہ بھی تو ذکر ہوگیا نا! کہ قرآن کریم میں اسرار ورموز چھپے ہوئے ہیں ورنہ مطہر کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر ہر چیز قرآن کریم کی پہلی صدیوں میں ظاہر ہوگئی تو پھر نہ قرآن کریم پر ایمان بالغیب کی ضرورت ہے نہ آئندہ کسی مطہّر کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کریم کے علوم میں کوئی اسرار ورموز اور بنیادی حقیقتیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی تھیں وہ باقی نہیں رہیں تو قرآنِ کریم پر ایمان، ایمان بالغیب سے بھی تعلق رکھتا یعنی کتاب مبین کے ساتھ ساتھ ایک بڑا حصہ ایمان بالغیب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی کتاب مکنون پر ایمان پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اورآپ سے انتہائی محبت رکھنے والے اولیاء کے ذریعہ اور پھر آج کے زمانہ میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ بہت سی بشارات دی گئی ہیں۔ بشارات کے اصولی طور پر دو حصے ہیں ایک یہ کہ صبح کے وقت بشارت دی گئی اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ وہ پوری ہوگئی۔ ایک وہ ہے کہ بشارت دی گئی اور اسکے لئے کوئی وقت دو چار یا پانچ سال بعد کا مقرر کر دیا گیا مثلاً مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی جو کسی کے لئے انذار نہیں رکھتی لیکن غلبۂ اسلام کے لئے بڑی بشارت تھی اور لیکھرام کی پیشگوئی جو اس کے لئے انذاری پیشگوئی تھی لیکن اسلام کے حق میں انتہائی مبشر پیشگوئی تھی کیونکہ اصل غرض کسی کی جان لینا تو نہیں تھی اصل غرض تو یہ تھی کہ ہر وہ زبان خاموش کر دی جائے گی اور ہر وہ قلم توڑ دی جائے گی جو اسلام کے خلاف اس قسم کے ظالمانہ اور بہیمانہ طریقے پر اٹھے گی۔

پس ایک بشارتیں وہ ہیں جو بہت جلد یا تھوڑے سے عرصہ میں پوری ہوتی ہیں اور ایک وہ بشارتیں ہیں جن کا تعلق اگلی صدی سے ہے یا جن کا تعلق تدریجی طور پر دنیا میں ایک انقلاب بپا کرنے سے ہے۔ وہ ’’غیب‘‘ ہیں لیکن جو قرائن اس غیب پر ایک متقی کو ایمان لانے پر مجبور کرتے ہیں وہ یہ قرائن ہیں کہ وہ باتیں جو صبح کہی گئیں اور دوپہر کو پوری ہوگئیں اور وہ باتیں جو آج کہی گئیں اور کل پوری ہوگئیں اور وہ باتیں جو اس سال کہی گئیں اور اگلے چند سالوں میں پوری ہوگئیں اس لئے وہ بشارتیں جن کا تعلق مستقبل بعید یا نسبتاً مستقبل بعید سے ہے وہ بھی چونکہ اسی منبع کی طرف منسوب ہوتی ہیں جس کی طرف جلد پوری ہونے والی بشارتیں منسوب تھیں اسلئے یہ بھی پوری ہوجائیں گی یہ بھی ایمان بالغیب ہے۔ پس ہر پہلو میں ایمان بالغیب ہمارے لئے اس رحمت کو جذب کرتا ہے جس پر ثواب ملے گا اور جو ہو چکا جو غیب بعد میں ظاہر ہوگیا اس پر ایمان ہمارے لئے وہ لذت مہیا کرتا ہے جو آج ہم حاصل کر رہے ہیں۔ دو مختلف پہلو ہیں ایک ہمارے لئے روحانی لذتوں اور سرور کا باعث بنتا ہے۔ ایک بات پوری ہوگی کتنی خوشی ہوتی ہے اور ایک چیز کا ہمارے مستقبل کے ساتھ تعلق ہے اور ہمارے لئے باعث ثواب ہے اور ثواب کے حصول کی اصل جگہ تو اُخروی زندگی ہے اور وہ بھی ایمان بالغیب سے تعلق رکھتی ہے۔ ایمان بالغیب ثواب کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ اور اس ایمان کے بغیر ایک مومن متقی وہ قربانیاں دے ہی نہیں سکتا جن کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں یہ ایمان کی طاقت ہے۔ یہ ان قرائنِ مرجّحہ کی قوت ہے جو ایک عاشق خدا اور محبّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قربانیاں دلواتا ہے جن کا مطالبہ ہو رہا ہے کیونکہ وہ شخص غیب پر ایمان لاتا اور ان بشارتوں پر اس قدر یقین رکھتا ہے جس قدر حاضر بشارتوں پر۔

پس غیب پر یہ یقین ہی ہے جو ثواب کا باعث بنتا ہے۔ انسان کہتا ہے ہم سے جو مانگا گیا وہ دیدینا چاہیئے کیونکہ ہم سے جو مانگا گیا تھا جب دیا گیا تو اس کا بدلہ اتنا عظیم ملا، اتنا حسین ملا، اتنا سرور اور لذت پیدا کرنے والا ملا کہ اس تجربہ کے بعد اب ایمان بالغیب کے نتیجہ میں جو قربانیاں مانگی جارہی ہیں ان کا جو ثواب اور ان کے نتیجہ میں جو لذت وسرور ملے گا (چونکہ قربانیوں کا مطالبہ پہلے سے بڑھ کر ہے) وہ ثواب اور وہ لذت اور سرور پہلے سے بڑھ کر ہوگا۔

عقل یہی نتیجہ نکالتی ہے پس علم اور ایمان میں یہ فرق ہوا کہ علم اس چیز کا ہوتا ہے جو ظاہر اور عیاں ہو جائے اس سے پہلے پہلے علم کے میدان میں تحقیق ہوتی ہے اور تحقیق کے نتیجہ میں جو دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جائے وہ مجموعی طور پر انسانی علم کا ایک حصہ بن جاتا ہے اور ایمان کیلئے بنیادی شرط ہے کہ کچھ پوشیدہ باتوں کو ایمان بالغیب کے طور پر یقینی طور پر تسلیم کیا جائے۔

جہاں تک قرائن اور دلائل کا سوال ہے قرائن مرجحہ ہیں لیکن جہاں تک عقیدہ کا سوال ہے معلوماتِ ظاہرہ کی نسبت زیادہ یقین غائب کی باتوں پر ہے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو گیا اور جب اس کو پہچانا جب اس کے پیار کے جلوے دیکھے جب اس کی معرفت حاصل کی تو پھر غیب کے باوجود یقین محکم پیدا کرنے کا ذریعہ علم کے مقابلہ میں ایمان بالغیب زیادہ ہے اور آج جماعت احمدیہ سے غلبہ اسلام کے لئے جو قربانیاں مانگی جارہی ہیں وہ بڑی عظیم ہیں لیکن اس کا بدلہ بھی عظیم اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا سرور اور لذت بھی عظیم ہے۔

ہم ایک چھوٹی سی جماعت، ہم ایک غریب سی جماعت، ہم دنیاوی معیار کے مطابق بے سہارا سی جماعت ہیں۔ ہمارے پاس سیاسی اقتدار نہیں۔ ہمارے پاس کوئی دنیاوی و مادی طاقت نہیں غرض کچھ بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایمان بالغیب کے حکم کے ماتحت ہماری توجہ اس طرف پھیری اور ہمیں توفیق دی کہ ہم اس بات پر یقین کامل رکھیں کہ یہ غیب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ سے اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جو لذت اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے نتیجہ میں ہمیں مل سکتی ہے اور جو سرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نوعِ انسانی کے دلوں میں گاڑ دینے کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہوسکتا ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی لذت نہیں اور پھر ثواب اللہ تعالیٰ کے پیار کی شکل میں ملے گا۔ یہ دنیا کیا اگر اس قسم کی ہزاروں دنیا بھی ہمیں دی جائیں تو ہم ان سب کو خدا تعالیٰ کے پیار پر قربان کر دیں گے یہ یقین ہم نے اپنی نسلوں میں اپنے بڑوں میں اپنے چھوٹوں میں اپنے مردوں میں اپنی عورتوں میں پیدا کرنا ہے۔ جو ایمان بالغیب کا ایک لازمہ ہے کہ خدا نے جو یہ وعدہ دیا کہ اس چھوٹی سی مختصر سی بے سہارا غریب جماعت کے ذریعہ اسے آلۂ کار بنا کر میں ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یہ اس نے بشارت دی ہے اور ہمیں کہا

کہ ایمان بالغیب لاؤ۔ کچھ وعدے پورے ہوگئے جو وعدے تمہیں دیئے جارہے ہیں اور آئندہ پورے ہونے والے ہیں یقین رکھو کہ وہ بھی پورے ہوں گے اور اس میں بدعہدی نہیں ہوگی۔ خدا تعالیٰ وفا کرنے والا ہے وفا کرے گا وہ صادق ہے وہ حق ہے اور اس کا قول حق ہے یعنی اس کے کہنے کے ساتھ ہی دنیا میں ایک عظیم تبدیلی اس کے ارادہ کے مطابق پیدا ہو جاتی ہے پس اس پر ایمان رکھو۔ تمہارے ذریعہ سے اسلام ساری دنیا میں غالب آئے گا اور اس لئے چونکہ یہ غیب پر ایمان لانے کا سوال ہے اس لئے تمہیں جہاں عظیم قربانیاں دینی پڑیں گی وہاں بہت بڑا ثواب بھی ملے گا اور عظیم سرور اور لذت تمہارے مقدر میں ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں تم داخل ہوگے۔

پس ایمان بالغیب قربانیاں دینے کی راہوں کو آسان کر دیتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا بڑا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رنگ میں ہمارے دلوں میں انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی طور پر بھی ایمان بالغیب کو پیدا کرے جس رنگ میں وہ امید رکھتا ہے کہ اس سے پیار کرنے والے بندے اپنے دلوں میں ایمان بالغیب رکھیں گے۔ ایمان بالغیب جس پر بے شمار یقین قربان ہوجاتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کی نشاندہی بھی کرتا ہے اسکی علامت بھی ٹھہرتا ہے اور حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ بھی بنتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہماری نسل کو بھی ہم میں سے بڑوں چھوٹوں، مردوں اور عورتوں کو اس کی توفیق دے ایمان بالغیب بھی ہو اور اس غیب پر یقین محکم بھی۔ اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو صحیح سمجھیں کہ اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے غلبہ اسلام کی مہم کو کامیاب کیا جائے گا اور پھر جو عظیم فضل اور رحمتیں اس کے نتیجہ میں ہم سے وعدہ کی گئی ہیں وہ ہمیں ملیں گی۔ اس یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں قربانیاں دینے کی توفیق دیتا چلا جائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کو دعا کی یاددہانی کرواتے ہوئے فرمایا۔ ’’دوسری رکعت کے پہلے سجدہ میں ہم سب بارانِ رحمت کے لئے دعائیں کریں گے۔‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۴)

❁❁❁